مولانا محمد ولی رحمانی (ایم ایل سی)
جنرل سیکریٹری مدارس اسلامیہ کانسل
استاد جامعہ رحمانی مونگیر بہار۔ بھارت

ڈاکٹر عبد الحلیم محمودؒ

سابق شیخ الازہر ——— ۱۹۱۰ء ——— ۱۹۷۸ء

زندگی کے مرحلے

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کا سورج سر اٹھا رہا تھا، زندگی عام دنوں کی طرح اپنے کام میں لگی تھی، کسی کو احساس بھی نہ تھا کہ اٹھتے سورج کے ساتھ آج کتنی بڑی شخصیت اٹھ گئی۔ شیخ الازہر کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ بڑی خصوصیتوں کے مالک تھے، قدرت نے انہیں بڑا صالح دل، مضبوط دماغ اور دور رس نگاہیں دی تھیں، علم نے فکر کو پختگی دی تھی، عزم نے جرأت اور استقامت کی راہ پر چلایا تھا۔ تصوف کے فطری ذوق نے ان کے وجود میں عظمت اور وقار کا اضافہ کر دیا تھا، وسیع تجربہ اور گہرے مشاہدہ نے ان کی شخصیت میں رچاؤ، گفتگو میں ٹھہراؤ اور فیصلوں میں بے حد توازن پیدا کر دیا تھا، عبد الحلیم محمودؒ سے لیکر شیخ الازہرؒ تک کا سفر طے کرتے ہوئے وہ کندن بن گئے تھے اور مجموعی طور پر ان کی شخصیت اتنی جاذب اور مؤثر بن چکی تھی کہ ازہر کی مشیخت کو وہ زیب بخشنے لگے تھے۔

شیخ الازہر کی زندگی کا سفر ایک گاؤں عنیتہ سے شروع ہوا اور دنیا کے مشہور شہر قاہرہ پر ختم ہوا، یہ پورا سفر ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء تک پھیلا ہوا ہے، ارسٹھ سال کی یہ زندگی، مختلف مرحلوں سے گزری، اس زمانہ کے رواج کے مطابق ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، حافظ قرآن بنے۔ "جامع ازہر" اس وقت مصر ہی نہیں عالم اسلام کا قبلۂ علم تھا، جہاں طلب علم کے ذوق میں دور دور ملکوں سے اچھے طلبہ پہنچتے تھے، شیخ الازہر ڈاکٹر عبد الحلیم محمودؒ عمر کی اس منزل میں حصول علم کے جذبہ سے سرشار قاہرہ آ گئے اور جامع ازہر میں داخلہ لیا، ۱۹۳۲ء میں الازہر نے انہیں "عالم" کی سند دی وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے ازہر کو خیرباد کہا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس کا انتخاب کیا، یہ بیسویں صدی عیسوی کی چوتھی دہائی کی بات ہے۔ اس زمانہ سے بہت پہلے علم و عقل کا مرکز مغربی ممالک قرار پا چکے تھے، صنعتی ترقی نے ان ممالک کو اور بھی ممتاز مقام دیدیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ علوم اور تحقیقات کے کسی اہم مرکز میں راہ علم کا سفر طے کیا جائے، فرانس سے مصر کی علمی تعلقات کی تاریخ پرانی تھی، فرانس میں عرب طالب علموں کی آمد و رفت بھی بہت زیادہ تھی، اور خود فرانسیسی حضرات عربوں اور خاص طور

پر مصر کی طرف زیادہ متوجہ تھے، جو علمی اعتبار سے عالم اسلام کا سربراہ تھا، اس لئے اس لئے طبعی طور پر مصر کا کوئی بھی باحوصلہ طالب علم مغربی ممالک میں سلسلۂ تعلیم جاری کرنا چاہتا تھا، تو اس کے سامنے پہلا نام فرانس کا آتا، ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ نے بھی اسی فرانس کا انتخاب کیا جو مصری کاروان طلب علم کی سب سے بڑی منزل تھا، فرانس پہنچ کر انہوں نے تقابل مذاہب، علم النفس اور علم الاجتماع کا وسیع مطالعہ کیا، ایم، اے کی ڈگری حاصل کی، اور تعلیم تصوف کی ایک شاخ سلسلہ شاذلیہ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، آپ کا یہ علمی سفر ۱۹۴۰ء میں پورا ہوا، مصر واپس ہوئے اور عربی زبان و ادب کی تعلیم گاہ میں نفسیات کے لیکچرر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا، انہیں علم و فن کے مختلف گوشوں سے دلچسپی تھی، انہیں اسلامیات سے گہری دلچسپی اور تصوف سے طبعی لگاؤ تھا، انہوں نے فلسفہ اسلام کا گہرا مطالعہ کیا، دس برسوں تک نفسیات کے استاد رہنے کے بعد آپ الازہر کے شریعت کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے، یہاں آپ کا موضوع فلسفہ اسلامی تھا، پھر ۱۹۶۴ء میں شریعت کالج کے ریکٹر بنائے گئے، یہ پورا عرصہ مطالعہ اور تحقیق میں گذرا، متعدد اہم کتابیں تصنیف کیں، اسوقت تک آپ کی تصانیف عالم عرب میں پھیل چکی تھیں، اور آپ کا علمی وقار قائم ہو چکا تھا، ۱۹۶۴ء میں الازہر کے مشہور شعبہ مجمع البحوث الاسلامیہ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا، جسکی جہت عملاً مستقل ادارہ کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اس کے رکن منتخب ہوئے، اس شعبہ کے ذریعہ آپ نے فقہ اسلامی کی گرانقدر خدمات انجام دیں، اسکی کانفرنسوں میں آپ کے قیمتی معلوماتی اور عالمانہ مقالات نے گہرا اثر چھوڑا علم قدیم پر ان کی مضبوط گرفت جدید پر گہری نگاہ، مطالعہ کی وسعت، مشاہدہ کی قوت اور استنباط و استدلال کے انداز نے اہل علم کے ذہنوں کو متاثر کیا، مجمع البحوث الاسلامیہ کی پہلی کانفرنس میں اجتہاد کے موضوع پر ان کی گفتگو نہ بھولنے والی ہے، اور اجتہاد کی تعریف میں ان کا یہ جملہ نہ صرف فقہ اسلامی پر ان کی وسیع نظر کا اظہار کرتا ہے، بلکہ فکر لطیف کو انداز بلیغ میں پیش کرنے کی غیر معمولی صلاحیت اور قدرت کا پتہ دیتا ہے:

الاجتہاد کشف ولیس اختراعاً واتباع ولیس ابتداعاً بمعنی ان الاساس فیہ ھو کشف ما کان علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وما تعینہ النصوص الدینیہ وارجاع الحوادث الجزئیہ الجدیدۃ الی قاعدۃ من قواعد الدین الثابتۃ فلاجدید ولاتجدید ولیس ھناک ما یمکن ان یسمی رایا شخصیا فی الدین لایسند الی دلیل من الکتاب والسنۃ۔

اجتہاد طے شدہ اصولوں کی روشنی میں جدید حالات اور مسائل کے شرعی احکام کا انکشاف ہے کسی نئے اصول کا اختراع نہیں ہے۔ یہ سابق کی اتباع ہے، کوئی ایجاد نہیں، یعنی اجتہاد کا بنیادی رکن دینی نصوص

کی روشنی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی تحقیق اور نئی پیش آمدہ جزئیات کا حکم دین کے ثابت شدہ اصول کی روشنی میں معلوم کرنا ہے۔ اس لئے نہ یہاں کوئی غیر مستند رائے ہے، اور نہ کسی نئے اصول کی وضع اور اختراع، اور اسی وجہ سے یہاں کسی ایسی شخصی رائے کی گنجائش نہیں ہے جسکی بنیاد کتاب وسنت نہ ہو۔

کچھ عرصہ بعد آپ اس شعبہ کے جنرل سیکرٹری بنائے گئے، اس شعبہ کے ذریعہ پوری دنیا کے اہل علم اور خاص کر علماء دین سے آپکا گہرا رابطہ قائم ہوا، اور ہر شخص کے دل نے ان کے علم کا اعتراف کیا، مجمع البحوث الاسلامیہ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے آپ نے علمی کارناموں کے علاوہ بہترین انتظامی صلاحیت کا ثبوت دیا۔ ۱۹۷۰ء میں آپ وکیل الازہر کے عہدہ پر فائز ہوئے، یہ عہدہ بڑا اہم اور کام کے لحاظ سے نازک ہوتا ہے، وکیل الازہر حکومت مصر اور جامع ازہر کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے اور دونوں کے تعلقات کے استوار رکھنے کی ذمہ داری اسے ہی انجام دینا پڑتی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ نے اس ذمہ داری کو بڑی کامیابی کے ساتھ انجام دیا، ایک سال بعد ہی حکومت مصر نے آپ کو جامع ازہر اور شؤن اسلامیہ کا وزیر مقرر کیا، الازہر کی جہاں اور بہت سی خصوصیات ہیں پوری دنیا کی تعلیم گاہوں میں اس کا ایک امتیاز بھی ہے کہ وزارت میں اس کا مستقل شعبہ ہوتا ہے، جس کے ایک مستقل وزیر ہوتے ہیں۔ الازہر کی حکومت میں اس خصوصیت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس اہم درسگاہ کے ذریعہ مصر کو عالم اسلام کی کم ازکم علمی اور فکری سربراہی حاصل ہے، اور اس درسگاہ کی شاندار تعلیمی روایات اور طویل تر خدمات کے نتیجہ میں اہل علم کی نگاہیں اسطرف احترام اور عقیدت کے ساتھ اٹھتی ہیں، مختلف مسلم ممالک کے دینی قائدین، سیاسی جماعتوں کے سربراہ، حکومت کے ذمہ دار اور مختلف شعبوں میں کام کرنیوالے اونچے افسر اسی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں اور الازہر کیلئے ان کے دلمیں بڑی گہری محبت پائی جاتی ہے، دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ مصر کی زمینوں کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ الازہر میں وقف رہا ہے، ان دونوں خصوصیتوں کی وجہ سے شعبہ ازہر کا وزیر نہ صرف عالم عرب بلکہ ایک حدتک عالم اسلام سے رابطہ کا بہترین ذریعہ رہا ہے اور داخلی طور پر زمین کے ایک بہت بڑے حلقہ کے امور اسکی نگرانی میں انجام پاتے ہیں، اس لئے ازہر کے شعبہ کے مستقل وزیر ہوتے ہیں، جنکی بڑی اہمیت ہے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ نے اس ذمہ داری کو بڑے پُروقار طور پر انجام دیا۔ اس زمانہ میں الازہر کی علمی ساکھ بہت کمزور ہو چکی تھی، غیر ملکی طلباء کی تعداد ازہر میں برابر کم ہوتی جا رہی تھی، طلباء دوسری تعلیم گاہوں کا رُخ کر رہے تھے۔ الازہر کی مرکزیت اور اسکی عظیم تاریخی روایت کا تقاضہ تھا کہ خون تازہ سے اسکی آبادی کی جائے، ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ نے اسکی ساکھ کو قائم کرنے کے لئے مفصل اسکیم بنائی، انہوں نے مختلف ممالک کے دورے کئے، وہاں کے علماء اور فارغین ازہر سے رابطہ قائم کیا، جس سے غیر ملکی طلباء اور اساتذہ کا رجحان پھر ازہر کیطرف ہونے لگا، لیکن یہ چیز

کافی نہ تھی، جب تک الازہر کا تدریسی معیار بلند نہ ہوتا خیر سگالی کی یہ کوششیں دیرپا ثابت نہ ہوتیں، اس لئے انہوں نے ازہر کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی طرف پوری توجہ دی، وہ خود جید عالم دین اور بہترین انتظامی صلاحیت کے مالک تھے اس لئے انہوں نے جلدی ہی اس اہم کام پہ قابو پالیا، الازہر کی ایک پرانی اسکیم یہ تھی کہ وہاں کے فاضل علماء کو ازہر کے نمائندہ کی حیثیت سے مختلف ملکوں میں بھیجا جاتا تھا۔ موجودہ وزیر امور ازہر شیخ عبدالمنعم النمر بھی اسی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں کئی برسوں تک خدمت علم وادب انجام دے چکے ہیں، الازہر نے مالی دشواریوں کے پیش نظر اس پوری اسکیم کو ملتوی کر دیا تھا، ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے اس سلسلہ کو حیات نو بخشا گیا، اور پوری دنیا میں علماء ازہر کو بھیجنے کی بہت بڑی اسکیم تیار کی گئی اور اس اسکیم کے تحت ہندوستان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، جامعہ رحمانی مونگیر اور بعض دوسرے تعلیمی اداروں میں علماء ازہر بحیثیت استاد تشریف لائے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ اسی دوران ۱۹۷۳ء میں الازہر کے شیخ بنائے گئے، آپ زندگی کے آخری لمحہ تک اس عہدہ پر فائز رہے، اس عرصہ میں الازہر کی داخلی اصلاحات اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے کا اچھا موقعہ میسر آیا، اور آپ نے ازہر کے متعلق اپنے فکری خاکوں کو عملی شکل دینے کی کامیاب جدوجہد کی، ازہر میں بہت سے شعبے قائم کئے گئے، اور اس عظیم ادارہ میں ایسی تازگی اور توانائی پیدا ہوئی جس نے طلباء کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا، ان کا عہد الازہر کے لئے یادگار عہد ہے۔ اور انہوں نے اپنے علم وفضل، فکر ونظر، بصیرت صلاحیت کیوجہ سے شیخ ازہر کے مقام کو بلند تر کر دیا۔

ان تمام انتظامی کاموں اور غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود بنیادی طور پر وہ عالم اور محقق تھے، انہوں نے پانچ درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں یا انہیں ایڈٹ کیا۔ بعض کے ترجمے کے لئے وہ عربی کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے، فرانسیسی سے عربی میں ترجمہ کی ہوئی ان کی کتابیں ترجمہ کا اونچا معیار پیش کرتی ہیں، افسوس ہے ۱۷ اکتوبر کو اس عظیم شخصیت نے خلق سے رشتہ توڑا اور خالق کے حضور میں حاضری ہوگئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ ان کا تبحر علمی مسائل پر ان کی مضبوط گرفت اور موجودہ مصر میں تصوف کے ساتھ ان کی گہری وابستگی مثالی حیثیت رکھتی ہے، وہ عظیم شخصیت کے مالک تھے، ان کے اٹھ جانے سے بہت سی چیزیں ان کے ساتھ رخصت ہوگئیں۔

ایک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے